

لیک چو ہم چشم من این نور بڑ  
 ہر کہ فرستادہ آن درگہ است  
 گر سپہم بر نور ساند گزند  
 و رز تو در قلب من آید عبار  
 باش کہ مادر رسد آن کینہ کوثر  
 چشم خود از خود نتوان دور بڑ  
 بندہ موروث در این شہ است  
 جان من ست آنکہ بس اندر بند  
 ہم تو شوی در رخ من شہ مسار  
 مہر مرا بسیند و ماند خموش

باریک کا جواب | اس پیام کا جواب باریک نے یہ دیا کہ میں اپنے آقا  
 کے حکم سے یہاں آیا ہوں اور اس کے دشمنوں سے  
 سلطان ناصر الدین کو جنگ کرنے کے لئے مامور ہوں۔ اگر کوئی اور مقابل ہوگا  
 تو تلوار سے جواب دوں گا۔ ہاں اگر حضور کو دیکھوں گا تو ڈر کے مارے نہیں بلکہ  
 تعظیماً ہٹ جاؤں گا۔

یہ جواب سن کر ناصر الدین ٹھنڈا ہو گیا۔

خان سپہ باریک تیر ہوش  
 در خور آن داد جواب سر  
 گفت کز میں بندہ حضرت پناہ  
 من کہ فرستادہ شاہ خودم  
 نام زوم کرد کہ در سردار  
 گر و گرے پیش من آید بہ تیغ  
 کرد چو زان گو نہ پیاسے بگوش  
 سخہ بمیزان ادب یک سرہ  
 سجدہ تعظیم رساں پیش شاہ  
 بر خط اخلاص گواہ خودم  
 دشمن اور اندہ ہم زینہار  
 تیغ خور و از من و از خود درغ

ورز تو از دور بہ بسیم حضور  
گرنہ گریم - شوم از راہ دور  
عطف کنم - لیک نہ از ہم کس  
از پیے تعظیم شکوہ تو بس  
رفت فرستادہ ز راہ نہفت  
ہر چہ کہ بشنید ز شہ باز گفت  
شہ چو خلائی ز مخالفت ندید  
ز آنچه ہی گفت - زباں در کشید

سلطان معزالدین  
کیقباد او وہ میں پہنچا

اب آفتاب جو ز میں آگیا۔ ترٹانے کی گرمی پڑنے لگی۔ دن  
بڑھ گیا رات چھوٹی ہو گئی۔ ناز پروردہ کی قباد گھوڑے پر  
سوار ہے۔ سر پر پتہ شاہی سایہ فلک ہے۔ پھر بھی بدن  
سے پسینہ ٹپکتا ہے۔ مگر سنگ آمد و سخت آمد۔ گرمی منزلیں طے کرنا او وہ میں پہنچا  
حوالی شہ میں ڈیرے نیچے لگائے گئے۔ ایک طرف گھاگرہ ندی ہے دوسری  
طرف سرجو۔

اگلے دن کیقباد سیر و گشت کے لئے نکلا اور سرجو کے کنارے پہنچا جہاں  
سے سلطان ناصر الدین کی خیمہ گاہ نظر آتی تھی۔ باپ کو بیٹے کے آنے کی خبر ملی تو  
وہ بھی لب دریا آکھڑا ہوا۔ بیٹے کو دیکھ کر محبت کی گھاٹ اٹھی۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ  
آنسو ٹپکنے لگے۔ فوراً ایک کشتی میں سوار کر کے اپنا حاجب بھیجا کہ اشتیاق دیدار  
ظاہر کرے۔ ادھر سے یہ مدارات ہوئی کہ کشتی کو ہدف تیر بنا کر ڈبو دیا۔ حاجب  
بمشکل جان بچا کر بھاگا۔

خانہ چو خورشید بجزا گرفت  
رفت دران خانہ دروں جا گرفت

تائشیں اوکر دجہاں رابآب  
 روز چو شب ہائے رستاں درآ  
 خوسے شد و از پوست بڑوں آمدہ  
 چتر لبر کردہ و تو کسن زیر  
 ناحیہ بر ناحیہ بر روسے دشت  
 از پئے دہلی عوصے شد پدید  
 بر لب گھگر۔ بجوالی شہر  
 از لقب اشکر لب آوردہ کف

کیقباد کالب دریا جانا اور کشتی کا ڈیونا

آمد وزاں سوا دودھ برگدشت  
 سودہ ہم پہلو سے ہر پہلو اں  
 کرد چوروشن کہ رسید کہ آفتاب  
 یافت دو خورشید ز ہر طرف  
 گوشہ ہر چشم شدہ پر جبگر  
 حاجب خود کرد بکشتی رواں  
 مرد یک چشم مرادہ خبر  
 شست بکشتی درواں شد چو آب

تافتہ از گرمی خود آفتاب  
 شب شدہ چون وزدی اندر گداز  
 خون برگ مرد ز یوں آمدہ  
 شہ بگر کوچ ہی شد چو شیر  
 لشکر ازین گو نہ جہاں بخت  
 تا علم شہ باودہ در رسید  
 نصب شد اعلام شہنشاہ دہر  
 گھگر ازین سو سر و زان طرف

روزد گر شاہ بر آئین گشت  
 کرد صفیہ بر لب آب رواں  
 تیغ زن مشرق از اں سوا آب  
 بر لب آب آمد و آراست صف  
 چشم پر بہر جبگر گوشہ تر  
 دید چو شہ سیل مژہ بیکراں  
 گفت بجایب کہ ازین چشم تر  
 حاجب فرزانه از آنجا شاب

چوں بمیانِ سرودِ در رسید  
پورِ معزّی ز کرائش بید  
تیر بر آورده ز کیشِ خدنگ  
از سرِ کیں کرد کماں را بچنگ  
تیر کہ در کشتیِ شاں رخنہ کرد  
از سرِ کشتی بہ تہ افتاد مرد  
رفت بصدِ جیلہ فرستادہ باز  
پیشِ شہِ شرقِ فردِ گفت راز

ناصرالدین کی پریشانی کشتی کے واقعہ کا سبب حضرت خسرو نے ظاہر نہیں کیا۔ غالباً یہ کیقباد کے بدخواہ مشیروں کی بد آموزی کا نتیجہ تھا تاکہ ملاقات کی نوبت ہی نہ پہنچے

بلکہ باپ بیٹوں میں لڑائی ٹھن جائے اس فعلِ ناروا سے ناصرالدین کے دل پر چوٹ لگی اور غصہ بھی آیا۔ پھر سوچا کہ مبادا! یہ نادان لڑکا مفسدوں کے اغوا سے جنگ کر بیٹھا تو اس کو زندہ پونچے گا یا مجکو۔ بہ نفع میرے لئے سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

رات بھر نیند نہ آئی۔ اسی سوچ بچار میں صبح کر دی کہ کیا کرے کیا نہ کری۔  
شاہ کہ از خونِ خود آں زخم دید  
نالہ چوں تیسر ز دل پر کشید  
خشم ہی گفت ز کینش سخن  
مہر ہی گفت کہ ہے ہی! مکن  
آنکہ چنین است نویدم از و  
بہتر ازیں بود امیدم از و  
گر پسرم راز جوانی و ناز  
عزم بر آں شد کہ شود رزم سائے  
جیلہ چه سازم؟ بچنین کار تنگ  
با پسر خویش کہ کردہ است جنگ؟

چارہ ندانم کہ دریں کار چیت؟  
 بود بھیرت کہ چو شب بگذرد  
 تا سحر بود گفت و شنید  
 بخت کہ داند کہ دریں بار کیت؟  
 وزر و گر چارہ چہ پیش آورد؟  
 کہ شب زائیدہ چہ آید پدید؟

باب بیٹوں کے  
 سلام پیام  
 جب دن نکل آیا تو ایک معتد کو زبانی پیام دیکر دریا پار میٹے  
 کے پاس بھیجا۔ اور اسی سلسلہ میں کئی بار پیامبروں کی آمد  
 شد جاری رہی۔

### پیام پدر

کز پدر اول برسانش سلام  
 کاے خلف! از راه مخالف باب  
 از پدرم کے رسد این فن بتو؟  
 وز زبدا آموز شد این رہ پدید  
 و آخرشش آئین دعا کن تمام  
 تیغ بیفکن کہ مستم آفتاب  
 از پدر من من - از من بتو  
 گفت بد آموز نباید شنید  
 نیک بدانم کہ ندانی تو نیک  
 بے ادبی با چو منے چوں کنی  
 یاد نمک کن کہ سبگر گوشہ  
 بر سر خواں آسے کہ ہم گوشہ

### جواب پسر

گفت بجا جب کہ بشب باز پوسے  
 بامنت از بہر تمنائے ملک  
 خدمت من گوی و پس آنکہ جوے  
 خام بود چن سو داسے ملک

پنختہ آخر! دمِ خاماں مزن  
 ملک بمیراث نیاید کے  
 نیستم آن طفل کہ دیدی سخت  
 حسرت و محو آنم کہ زد دور ز من  
 جز تو کہے گردم این در زدے  
 لیک توئی چوں بے پئے این سیر

### پیام پدر

اے سراز آئین وفا تا فتنہ!  
 گرچہ بغیبت شدہ کیسے نہ تو نہ  
 با چو منے دور کن از سرمی  
 تیغ مکش تا نشوی شرمسار  
 تخت رہا کن کہ سزای تو نیست  
 گر کہ کیسے کنی استوار  
 در سہارا کشد این گفت و گوی  
 لیک بشرطے کہ دریں را من

من ز تو زادم - نہ تو ز ادنی من  
 تا نزد تیغ دو دستی بے  
 بالغ ملکم بلاغت درست  
 داد خدا دور بزرگی من  
 سرزنش تیغ منش سر زدے  
 من ندہم - گر تو توانی بگیری

### جواب پسر

داد جوابے ادب آئیختہ  
 نقدیہ ہائے عجب آئیختہ  
 آتشکی ۱۲

کاسے برخم چشم جفا کردہ باز!  
 باہمہ این قوت و جوش سپاہ  
 گر گہر صلح پذیر و نطن نام  
 تیر تو گر خواست بجانم رسید  
 گر گہر تاج ستان تو ام  
 تخت جہاں بہر تو بر پای کرد  
 خواست یگر خواستہ لکین نیافت  
 در بیقیں در دل تو آں ہواست  
 تاج زمین می طلبی حرج ساسے  
 اس مطیعانہ جواب کو سن کر باپ نے بھی استمالت اختیار کی۔

### پیام پدر

لے ز نسب گشتہ نزلے سریر  
 چشم منی! ہیچ غبار سے میار  
 تا تو ندانی کہ دریں جستجو سے  
 گر چہ تو انم ز تو این پایہ برد  
 باش سنامم کہ بنام تو ام  
 دیدہ کہ نا دیدہ دیدار تست  
 در سپرے ہچو پدر بے نظیر  
 دیدہ نشاید کہ بود پر غبار  
 از پے ملک ست مرا گفتگو سے  
 از تو ستانم۔ بکہ خواہم سپرد  
 زندہ و نا زندہ بنام تو ام  
 دیدہ و نا دیدہ گرفتار تست

نیست بنزدیک من از پیش دم  
بیشتر از دورے تو ہیج عنتم  
بہر خدا صورتِ خویشم نماے  
روے مگردانِ تبرس از خدا

### جواب پسر

لے شہ مشرق شدہ چون آفتاب  
وز تو جہاں در حد مغرب بتاب  
گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم  
ہم بتہ پاسے تو باشد سرم  
سد سکندر زودہ ام از سپاہ  
فستند یا جوج مغل را پناہ  
زو تو چو خورشید ز مشرق برآ  
من نسیم اسکندر مغرب کشاے  
تا تو بمشرق بوسے و من بعرب  
حربہ خورد ہر کہ در آید بحرب  
در بلاقات رہی رے تست  
نیست مرا آن محل و آن شکوہ  
افسر من خدمتے پاسے تست  
در فگند رے تو بر بندہ تاب  
کز سر خود سایہ نشانم بکوہ  
ذره شوم پیش چناں آفتاب

غرض ملاقات کا مژدہ سن کر ناصر الدین کی باچھیں کھل گئیں۔ بہت خوش ہوا  
مجلس طرب آراستہ کی اور متوسلین کو انعام و اکرام دے کر شاد کیا۔

ناصر الدین کی طرف | پھر اپنے فرزند اصغر کی کاؤس کو بلایا اور بڑی شان و  
سے کی کاؤس کا جانا | تزک سے بہت تحائف، اسلحہ اور ہاتھی دیکر کیتباد کی  
خدمت میں روانہ کیا۔

باد شہ مشرق کہ آں مژدہ یافت  
روش (چو خورشید ز مشرق) بتاب



کر دنا شاطیے ورامش گراں  
 ہر کہ در آں بزم سخن ساز گشت  
 روی بہ کاؤس کے آورد و گفت  
 سوے بر آورد شود آراستہ  
 جست پئے ہدیہ نصیحت گراں  
 جامہ ہندی کہ ندانست نام  
 ماند چھیدہ بناخن ہنساں  
 عود و سحر وار۔ قفسل بن  
 عنبر و کافور معبر سرشت  
 سر فلک بردہ بے زندہ پیل  
 داد شہزادہ و کروش رواں  
 مجلس آراستہ کراں تا کراں  
 دامن پر گوہر و زر باز گشت  
 تا شود آں ماہ بخورشید جفت  
 با سپہ و کوکبہ و خواستہ  
 دیدہ فروز ہمہ قیمت گراں  
 از سکنے تن بنماید تمام  
 باز کشائیش۔ پوشد جہاں  
 خرمنے از نافہ مشک ختن  
 صندل خالص چو درخت بہشت  
 کوہ گراں را بقیامت دلیل  
 ساختہ با کوکبہ خسرواں

اور شہزادہ کی کاؤس کو سمجھا دیا کہ ہماری طرف سے بڑے بھائی جان کو دعا

کے بعدیوں کہنا:-

اے غم تو کردہ سبحانم اثر  
 صبر من از دوری تو رفت دور  
 تو ز من و حالت من بے خبر  
 مر جنت کن کہ بسا نم صبور  
 واسے! کہ محروم بسا نم ز تو  
 من کہ صبور سی نتوانم ز تو

۱۵ ایک ہندوستانی کپڑا ہے جس کا نام نہیں معلوم۔ ایسا مبین ہو جس میں بدن نظر آتا ہے ۱۶  
 ۱۷ لپیٹو تو ذرا سا ہو جاسے کھولو تو اتنا بڑا تھاں کہ دنیا بھر کو ڈھانکے۔ غالباً مل ڈھاکہ ۱۶

آمدنم تزیںے این کار بود  
کافسرو استیلم تو انم ر بود  
تشنه دیدار تو ام روز شب  
شربت خود باز بگیرم ز لب  
شاد کن این جان غم اندیش را  
روے نما منظر خویش را  
تشنه حال دل ریشم بخواں  
یا بمن آ- یا بر خویشم بخواں

جب گاؤس کی سواری دریا سے پار اتر چکی تو کیتباد کو اطلاع کی گئی کہ  
چھوٹا شہزادہ قدمبوسی کے لئے آتا ہے۔ اُس نے دربار آراستہ کیا۔ اور بہت  
سی فوج سرداروں کے ہمراہ بھیج کر بڑی دھوم سے اُس کا استقبال کرایا۔ دہلیز  
شاہی پر پہنچ کر شہزادہ گھوڑے سے اتر پڑا اور جو پیشکش لایا تھا پیش کیا اور جو باتیں  
شاہ بابا نے سمجھا دی تھیں بڑے بھائی سے عرض کر دیں۔ کیتباد بھائی سے ملکر  
بہت مسرور ہوا۔ اور اُس کی خاطر و مدارات میں بزم طرب آراستہ کی:-

شاہ برویش چون نظر کرد چست  
دید درآں آئینہ خود را درست  
گرم فرو بست ز تخت لبند  
کرد با گوش تن از جہنم بند  
داشت باغوش خویش تا بے بر  
سیر نشد چوں شود از عمر سیر؟  
باخوش از فرش براوزنگ بُرد  
تخت کیاں باز کیاں را سپرد  
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت  
گاہ نظر بر رخ زیباشش کرد  
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت  
گاہ نظر بر رخ زیباشش کرد  
پرسش از اندازہ ز غایت گزشت  
حد نوازش ز نہایت گزشت

کیقباد کی طرف سے	دوسرے دن کیقباد نے اپنے فرزند کیومرث کو دادا
کیومرث کا آنا	جان کی خدمت میں تحفہ دہرایا دسے کر روانہ کیا چونکہ
	یہ بچہ تھا عارض کو اس کے ساتھ بھیجا۔

جب شہزادہ کیومرث مع جلوس دریا پار پہنچا تو دادا جان کی طرف سے  
بڑی آؤ بھگت ہوئی۔

کار گزاراں ہمہ رفتند پیش	سجدہ کناں پیش خداوند پیش
پیش عتاں بانگِ رواروزند	سکہ نو بردرم نوزدند
رفت خرا ماں ملک ارجمند	تاوردہلیز بہ پشت سمند
روسے چو گل سود بہشت زمین	گشت زمین پر سمن دیاسمین
حرمت آں خسرو شدہ دیں پناہ	داشت بر آئین بزرگان گاہ
کرد چو نورش بدل و دیدہ جای	گاہ سرشش بوسہ زد و گاہ پای
عارض از آئین ادب پروری	بود مکر بستہ بخدمت گری
تا نظر شاہ بر آں سوئے تافت	خدمت عارض محل عرض تافت

جب تک ناصر الدین پوتے کو پیار کرتا رہا عارض سلطنت دست بستہ  
چپ کھڑا رہا۔ جب اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے عرض معروض کا موقع پایا اور  
وہ شاہانہ تحفے جو نذر کے لئے ہمراہ لایا تھا پیش کئے۔ اور کیقباد نے پیام کے  
جواب میں جو کچھ عرض کیا تھا سنا دیا۔

### جواب پسر (عارض کی زبانی)

آنچہ دل شاہِ بدایاں ماہل ست      راسے مرا نیزہاں در دل ست  
 آدم اینک ہزاراں نیاز      تا کہ تم میں دیدہ بروے تو باز  
 بود ز من پرکشش شاہِ زمن      کا آمدن از خود طلبی۔ یا ز من؟  
 من بدر شہِ بسرایم دواں      چوں پسراں بر پدر مہرباں  
 شہِ طحناں ست کہ در بحر و بر      چشمہ کند بر لبِ دریا گذر  
 لیک سزد۔ گر شہِ دریا نشاں      برسیریں چشمہ شود دُرشاں

ناصر الدین کی طرف | ناصر الدین نے خوش ہو کر عارض کو خلعت و انعام  
 عطا کیا۔ اور کیو مرث کو بہت سے نادر تحفے اور ایک  
 ہاتھی مع عماری زرین دیا۔ اور وعدہ کیا کہ ہم کل صبح  
 ضرور ملاقات کے لئے آئیں گے۔ اس کے بعد کیو مرث اور عارض اپنے خیمہ  
 گاہ کو واپس گئے۔

وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ      جنبشِ خورشید شود سوے ماہ  
 منزلِ سعیدین شود برجِ تخت      مجمعِ بحرین شود روے تخت  
 خرم و خوش عارض و فرزندِ شاہ      باز نوشتند سوے خانہ راہ

کیقباد کے ہاں | عارض کی زبانی ناصر الدین کے آنے کی خبر سنتے ہی کیقباد  
 دربار کی تیاریاں | کے دائرہ دولت میں دربار کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

اب تک سر پر وہ سلطانی شہراودھ سے اوپر کی جانب ایک تنگ میدان میں نصب تھا۔ اس کا موقع فوراً شہر سے نیچے کی طرف تبدیل کر دیا جہاں میدان بھی وسیع تھا اور دریا کا پاٹ کم ہونے کی وجہ سے کشتی کی آمد و شد آسان تھی۔ اس عمدہ موقع پر کارکنانِ دولت نے ایک شان دار دربار دونوں بادشاہوں کی ملاقات کے لئے لب دریا ترتیب دیا۔

ناصرالدین کا آنا | چونکہ گرمی کے دن تھے، ناصرالدین دن ڈھلنے کے بعد جب کہ دھوپ کی تیزی کم ہو گئی تھی کشتی میں سوار ہو کر چلا اور ملاقات | معزالدین کی قیاد اپنے شاہانہ دربار میں اورنگ سلطنت پر بیٹھا باپ کی آمد کا منتظر تھا۔

جس وقت باپ کو آتے دیکھا بے اختیار تخت سے اتر برہنہ پاؤں اور اڈ قدمبوسی کے لئے جھکا۔ باپ نے فوراً گلے لگا لیا۔ اور دونوں بغل گیر ہو کر دیر تک زار زار روتے رہے :-

چشمہ خور خواست دریا گذشت	روز چو آخر شد و گریا گذشت
کرد طلب کشتی گردوں رکاب	تاجور شرق برآہنگ آب
در زدن چشم ز دریا گذشت	کشتی شہ تیز تر از تیب گشت
گوہر خود بر لب دریا بدید	راست کہ شد بر لب دریا رسید

خواست کہ از سوزِ دل بہت تر  
 بر جہد از کشتی و گیرد کنار  
 صبر ہمی خواست - نمی آمدش  
 گریہی خواست - ہمی آمدش  
 بود بریں سوے معز جہاں  
 ساختمہ بر جا آدب چوں شہاں  
 پیش شد از دیدہ نثارش گرفت  
 شہ بدوید و بکنارش گرفت  
 تشنہ دو دریا بہم آوردہ میل  
 تشنہ و از دیدہ ہمی راندیل  
 یکدگر آوردہ باغوش تنگ  
 ہر دو نمودند زمانے درنگ  
 رونے کے بعد ہوش آیا تو تخت پر اجلاس کرنے کے لئے ایک دوسرے  
 سے اصرار کرنے لگے :-

از پس دیرے کہ بخویش آمدند  
 ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند  
 گفت پسر با پدر اینک سریر  
 جائے تو من بندہ فرماں پذیر  
 باز پدر گفت کہ این ظن سب  
 کز پسر فرس بر باید پدر  
 باز پسر گفت کہ بالا حرام  
 کز تو برد پایہ تخت تو نام  
 باز پدر گفت کہ اے تاجدار  
 تخت ترا بہ کہ تولی بختیار

ناصر الدین نے بیٹے | الغرض بہت سی حیرتیں کے بعد باپ نے کہا کہ میں  
 کو تخت نشین کیا | تیری تخت نشینی کے وقت موجود نہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے  
 تخت پر بٹھاتا۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا ہے کہ یہ  
 رسم خود ادا کروں۔ اتنا کہ کر بیٹے کو تخت پر بٹھایا دیا۔ اور خود ہاتھ باندھ کر تخت

کے روبرو کھڑا ہو گیا۔

خسرو نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ باپ کا یہ فعل امر کے لئے ہدایت تھی کہ تم کو بادشاہ کی تعظیم و خدمت اس طرح کرنی چاہئے۔ باپ کے حکم کی تعمیل کر کے فوراً ہی کیتبا و تخت سے اتر آیا اور امرا سے دربار کے دونوں بادشاہوں پر زروگو ہز نثار کیا اور جو خلقت باہر کھڑی تھی ان میں لٹا دیا۔

چوں پیراز جانب فرزند خویش	شرط ادب دیدن اندازہ پیش
گفت کہ یک روز ویم در دست	ق منہ نشدہ! کہ کنوں حاصل ست
آنکہ بدست خودت لے نیکیخت!	دست بگیرم بنشانم بہ تخت
زانکہ بغیبت چو شدی بر سر	من نہ بدتم تا شدی دستگیر
با پس این نکتہ چو نختے بر اند	دست گرفت و بسریرش نشاند
خود بنعال آمد و بر بست دست	ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیر خیالے نماں	آگہی داد بکار آگہاں
گرچہ پدیر بر سر تختش کشید	بشت و فرود آمد و پیشش دیو
چوں خلفاں شرط و فامی نمود	خواہش عذر سے بسرامی نمود
دولتیاں ہر طرفے بستہ صفت	کردہ طبقا سے جواہر بکفت
لعل و زبرجد کہ در آویختند	بر دوسرا فر از ہی ریختند

رسم نثار و تصدق کے بعد دربار ختم ہو گیا اور سلطان ناصر الدین جس کشتی

میں آیا تھا اسی میں سوار ہو کر خوش دسترم اپنی فزد و گاہ پروا پس آگیا۔  
 چوں پدرا قبال سپر تازہ کڑق زان شرف آفاق پر آوازہ کرد  
 گفت کہ امر وز بس ست این قد روز و گر بسلوہ ملکہ دگر  
 زین منظر کام چو دمسار گشت فرق سپر بوسہ زد و باز گشت

یہ درباری ملاقات تو آئین شاہانہ کے بموجب اس بت  
 مراسم اتحاد اور  
 کا اعلان تھا کہ سلطان ناصر الدین نے معزالدین کی قباد  
 کی تخت نشینی باضابطہ تسلیم کر لی اور دونوں بادشاہ متحد ہو گئے۔  
 خانگی ملاقاتیں

دوسرے روز تخت و ہدایا کا مبادلہ اور خانگی ملاقاتیں شروع ہوئیں کھیتا  
 نے نہایت پیش بہا گھوڑے بطور پیشکش بھیجے اور رات کے وقت باپ کی ضیاء  
 بڑی دھوم سے کی۔

اس ضیافت کا بیان خسرو نے خوب جی لگا کر کیا ہے اور بزم معزی کی ہر  
 ایک چیز کے اوصاف میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔

جب آب و طعام اور رقص و سرود سے فارغ ہو چکے تو سلطان ناصر الدین  
 نے ایک ملازم خاص کو بھیج کر تاج و تخت اور ایک ہاتھی اپنی خیمہ گاہ سے طلب  
 فرمایا اور تحفہ فرزند دلبند کو عطا کیا۔

گفت بنخاں زیکے شاہ شرق تارود از آب گذار اچو برق  
 اور و پیش کشد ز اخقا ص تحت ز روتاج ز روپیل خاص



رفت تابندہ باورنگ گاہ      کرد رواں جملہ بستان شاہ  
 الغرض آں پیل وہاں تاج تخت      ق کاں زرسد جز بخت او نہ بخت  
 دید شہنشہ چو مہیتا بہ پیش      روے کرم کرد بہ دل بند خویش  
 گفت کہ ایں افسر و ایں پیل کا      بہر تراداشتہ بودم نگاہ  
 نیست مرا بہتر ازین پنج چیز      تا دم از دیدہ بحشیم عزیز  
 یہ ہدیہ دیکر ناصر الدین نے بیٹے سے فرمائش کی کہ میری آرزو یہ ہے کہ  
 میرے باپ کی دو یادگار چیزیں جو تجھ کو پہنچی ہیں ایک تو چتر سپید ایک کلاہ  
 سیاہ یہ پہلے اپنے سر پر رکھ پھر مجھ کو دے ڈال۔ دوسرے روز کیتباد نے اس فرمائش  
 کی تعمیل کی جو شخص یہ چیزیں لے کر آیا تھا ناصر الدین نے اس کو انعام دیا۔  
 گفت بفرزند کہ در خورد شاہ      چتر سپید آرو کلاہ سیاہ  
 تا جور آن چتر و کلاہ سیاہ      کرد بیجا درواں سوے شاہ  
 ہر دو فرستاد بحکم شہی      بر شہ شرق آں دو نشان مہی  
 شاہ شد از دیدن آں تخت شاہ      بستد و بسید و بھر بر نہاد  
 داد بآرندہ آں ہر دو چیز      خلعت خاص و زر بسیار نیز

ناصر الدین کی نصیحتیں | ایک شب پھر دونوں کی ملاقات ہوئی تو ناصر الدین  
 نے فرزند و بسند کو ازراہ دل سوزی بہت سی نصیحتیں  
 فرزند و بسند کو  
 کہیں جن کی نظم میں خسرو شعرا نے کمال سخن گستری

کی داد دی ہے :-

چوں سخن رفت بے داوری  
 داد بخشش بدعاے پناہ  
 رنجت پس آں گاہ بھر متام  
 کاسے پسر! از ملک و جوانی مناز  
 خشم بہر بزم میاور بجس  
 چوں بگنہ معترف آید کسے  
 در حق آں کش بر خود داشتی  
 ہر کہ زند و ررہ اخلاص گام  
 واں کہ بر آرد بخلافت سرے  
 خرد بسبب دشمن بد زہرہ را  
 دشمن خود خرد نسبت باید شمرد  
 گرچہ جاں جملہ ہوا خواہ بست  
 دشمن اگر دوست نماید پوست  
 جاسے مدہ دشمن کیں تو ز را  
 خاص کن آں را کہ خرد ہست پیش  
 گرچہ دلت ہست فرست شناس  
 دور و آید بہ نصیحت گرمی  
 کایزدت از حادثہ وارذ گاہ!  
 داروے بخشش نصیحت بہ کام  
 نازد و کن کہ شد او بے نیاز  
 ز آتش سوزندہ نگہ سدا رخس  
 عفو نکو تر زیاست بے  
 دیر خصومت شو و زود آشتی  
 کار برو کن بعنایت تمام  
 سر بز نش پیش کہ گیر دبرے  
 آب دہ از زہرہ اد و ہرہ را  
 در تہہ دندان کیند سنگ خرد؟  
 ہم کین آں خار کہ در راہ بست  
 فرق کن از دشمن خود تا بدوست  
 گوش کن گفت بد آموز را  
 راہ مدہ بے خبراں را بخویش  
 گفت کساں نیز ہمی دار پاس

باشد اگر سوے مہیت روے  
 گر شودت خصم بتدبیر پام  
 حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد  
 جد چو ترا داد کم و بیش خویش  
 بیش کن آہنا کہ زیزداں بود  
 چشم رعایت زرعت مگر  
 عدل بود مایہ امن و امان  
 داد گری کن کہ ز تاشیہ زاد  
 تا بزمانے کہ تو بادا بسے  
 دولت دنیا کہ مسلم تراست  
 دولت جاوید زبرہ است کس  
 پیشہ نکونی کن و از بدترس  
 نیت خیرت اگر امروز فاست  
 یافتی از گشت ازل خوشہ  
 ترس خداوند جهان کن بدل  
 کار چناں کن کہ بہنگام کار  
 چوں بو غا جہد کنی در جہاد  
 رخصت تدبیر شناساں بجوے  
 تیغ نشاید کہ کشتی از نسیم  
 خویشنت خرد بساید شمرد  
 بیش دکم از روے نہ کمی و نہ بیش  
 کم کن از انا کہ نہ فرماں بود  
 تا بودت ملک عمارت پذیر  
 بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں  
 بس در دولت کہ توانی کشاد  
 نشود آواز لظنم کسے  
 جانب دیں کوش کہ آن ہم بر آست  
 نام نکو دولت جاوید بس  
 از بد کسے - ز بد خود ترس  
 وعدہ بفر و امن کن - کاں خطا  
 راست کن از بہر ابد توشہ  
 تا ز خداوند منسانی نخل  
 از دریزداں نشوی شرمسار  
 باش گراں جنبش و دیر ایستاد

باز طلب صحبت مروان پاک  
 صحبت آلودہ رہا کن بجاک  
 ہوش براں نہ کہ شوے ہوشیار  
 تا کہ غفلت نرود روزگار  
 غفلتِ شاہ است زیانِ ہمہ  
 خوابِ شبانِ ست بلا سے رُمہ  
 شاہ بود از پستے پاسِ حباں  
 خواب نشاید کہ کند پاسباں  
 چون تو خوری بادہ کا فور بو  
 پس غم گیتی کہ خورد؟ خود بگو  
 پیشہ تقویٰ است پسندیدہ فر  
 از ہمہ دژ شاہ پسندیدہ تر  
 چون ہمہ کس خدمتِ سلطان کنند  
 ہرچہ ز سلطان نگرند آں کنند  
 کوشش پوشیدہ کن اندر شراب  
 تانشو در کن شریعت خراب  
 شاہ بدیں گونہ بفرزند خویش  
 داد بے زاد نو۔ از پند خویش

ناصر الدین نے رور کر یہ نصیحتیں تمام کیں۔ آدھی رات ہو گئی تھی۔ قیام گاہ کو  
 مراجعت فرمائی اور کہا کہ کل کوچ کا ارادہ ہے آخری وقت ملاقات کے لئے صبح  
 پھر آؤں گا۔

وداعی ملاقات | جدائی کی گھڑی آپھونچی۔ صبح دم دونوں شکروں کا کوچ  
 شروع ہو گیا۔ ڈیرے خیمے لدنے لگے ایک سنے مشرق کی اور  
 دوسرے نے مغرب کی راہ لی۔

ناصر الدین رخصتی ملاقات کے لئے دریا پار اترتا۔ یہاں کتیباد پہلے ہی سے باپ  
 کے انتظار میں کمر بستہ کھڑا تھا۔ دونوں ایک چوتڑہ پر جو اس ملاقات کے لئے مخصوص

کیا گیا تھا) جا بیٹھے۔

تہائی کا وقت تھا مصلح ملک داری کی نسبت کچھ راز کی باتیں ہوئیں۔ باپ نے بیٹے کو سمجھا یا کہ فلاں شخص تیرے چمن دولت میں زہر ملا کا نسا ہے اس کو جلد نکال کر پھینک دے اور فلاں شخص کو اپنا مشیر بنا۔ بیٹے نے باپ کی نصیحت دل جان سے سنی اور گرہ باندھی پھر دو نون رخصتی معانقہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور باپ نے زور دیا پناہ دو دل سنایا (ان خیالات کی ترجمانی طوطی ہند نے اپنے اشعار میں نہایت سوز و گداز سے کی ہے) آخر کار معانقہ کیا اور آنسو بہاتا اپنی کشتی پر سوا ہو گیا اور کشتی چلی اور ہر کیتبا و چپچیں مار مار کر رونے لگا جب کشتی نظر سے اوجھل ہو گئی تو گھوڑے پر سوار ہو اپنے خیمہ گاہ کو روانہ ہوا خیمہ کے پردے چھڑوائے لوگوں کا آنا جانا بند کیا اور باپ کی یاد میں دن بھر پرا روتا رہا۔

شب چو وداعِ مہ و ستیارہ کرد	صبح دم از مہرِ قبا پارہ کرد
کو کہب شرق سوے شرق تافت	شکر مغرب سوے مغرب تافت
سرورِ مشرق بود اع پسر	گریہ کنان کرد ز دریا گذر
خاص شد از بہر وداعِ دو شاہ	چو ترہ با بستہ آرام گاہ
خلوت ازین گونہ کہ محرم نبود	ہیچ کس از خلوتیساں ہم نبود
آنچہ بد از مصلحتِ ملک راز	یک بدگر ہر دو نمودند باز

کاں چمن از خار تہی کردنی ست  
 در حق این شو بگرم زہمنوں  
 آں ہمہ گفتار پد رکیقتباد  
 از پس آں بہر دو بپا خاستند  
 خستہ پد راز دل پر خون و ریش  
 نالہ ہی کرد کہ لے جان من  
 چوں تو شدی۔ دل ز کہ جوید ترا  
 بے خبرم بہر تو۔ شب تا بروز  
 سوختہ شد جان غنم اندوختہ  
 کاش نبود می۔ دوسہ روزی وصال  
 اے ز تو در دیدہ تاریک نورا  
 صبر سنر ما کہ صبوریم نیست  
 گرچہ ترا ہم کشتہ در دل ست  
 چند کنی از پئے رفتن شتاب  
 با تو اگر ہمہ سیم شکل ست  
 خامہ من زیں پس و تحسیر در

واں گل رنگیں مکبت آوردنی ست  
 واں دگر سے رابزمیں ریزخوں  
 دل نتواں گفت کہ درجاں نہا  
 عذر پد و نیک ہی خواستند  
 دست در آورد بد لبند خویش  
 جاں نہ از آن دگر سے زان من  
 دین بکہ گویم؟ کہ بگوید ترا  
 گر خبرت نیست چندیم مسوز  
 تا چه شود؟ حال من سوختہ  
 تاشدے دیدہ اسیر خیال  
 مرد می کن مشوار دیدہ دور  
 دور ز تو طاقت دوریم نیست  
 آنچه کہ من می کشم آں شکل ست  
 یک دے از سوختگان و متاب  
 اشک منت ہمہ صد منزل ست  
 اشک واں بیک بیاباں نورد

حضرت خسرو کے حسن اخلاق نے اس شخص کا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مگر مورخین نے بالافتاق  
 بیان کیا ہے کہ ناصر الدین کی یہ آخری نصیحت ملک نظام الدین دارابک کی نسبت تھی جو عصب سلطنت کی فکر میں تھا ۱۲

آہ! کہ صبر از دل و تن می رود  
 خون من از دیدہ من می رود  
 چون شغبِ ناله ز غایت گذشت  
 گریه و زاری ز نہایت گذشت  
 یک نفس زان منظر از ہوش رفت  
 کس سرفرزد ز آگوش رفت  
 دامنِ خلعتِ پاک ہم از درِ دل  
 خاکِ رہ از گریہ ہی کرد گل  
 بستہ دل و جاں بو فاسے پد  
 دیدہ ہی سو د پپاسے پدر  
 اشکِ نشانان بدلِ دردناک  
 مردمک دیدہ فنادہ بنحاک  
 ہر دو بجاں شیفتہ یک دگر  
 دوختہ بودند نظنر بانظر  
 روے بہم کردہ چنین تا بدیر  
 ہیج نگشتند ز دیدار سیر  
 عاقبت الامر در آں تہنراق  
 چونکہ ندیدند گزیر از سراق  
 ہر دو بخ خون شدہ عتاب رنگ  
 یک دگر آغوش گرفتند تنگ  
 رفت پدر پپاسے بکشتی نہساد  
 دیدہ رواں از مرہ طوفان کشتا  
 گریہ کنان بادل بریانِ خویش  
 کشتی خود راند بطوفانِ خویش  
 او شدہ زیں سو پسر و مند  
 آہ بر آورد بیانگِ بلبند  
 گریہ ہی کرد زمانے دراز  
 سوے پدر داشتہ چشم نیاز  
 راندہ ہی از مرہ سیلابِ خون  
 تاز نظر کشتی شہ شد بروں  
 دید چو خالی محل از شاہِ خویش  
 رخس رواں کرد بہ بنگاہِ خویش  
 رفت بہ شکر در خرگاہ بست  
 و آمد و شد راز میانِ راہ بست

جامہ بستیہ دہلی میں دریدہ جامہ رہا کن تو کہ جاں می دریدہ

ادوہ سے سلطان معزالدین کی قباہ کے لشکر کا کوچ عین  
برسات کے موسم میں ہوا۔ آسمان پر گھٹا کا شامیانہ جنگل  
سبزہ زار دھان کے کھیت لہلہے باغوں میں آموں کی  
کثرت ندی نالے چڑھے ہوئے۔ راہ رستے پانی کا تختہ بنے ہوئے۔ گنگا کی  
گھاٹ تک یہ کیفیت تھی۔ کچھ پانی کی وجہ سے لشکر کے اونٹ گھوڑوں کی جان  
آفت میں تھی۔ منزل پر پہنچ کر گھاس چارہ تو افراط سے ملتا۔ لیکن دانہ خشک سے نصیب ہوتا تھا

کرد چورہ در سرطاں آفتاب  
ابر سراپردہ بالا کشید  
تندی سیلاب زبالا سے کوہ  
برق ہر سو سے بآبے دگر  
شالی سرسبز ندانم ز چھیت  
غوطہ مرغابی رعنا بجوے  
آپ رواں گشتہ بہر سایہ  
ابر در افشاں شہ دریا نوال  
آب فراخے ہمہ رہ تا بہ گنگ

چشمہ خورشید فرو شد بآب  
سبزہ صفت خویش بصر اکشید  
از شغب آورد زمین راستوہ  
دشت بہر جوے بآبے دگر  
کآب گذشتش ز سر آنگاہ ریت  
از سر طوفاں شدہ پایاب حجبے  
یافتہ از میوہ زمیں مایہ  
ابر شش خودراند بدار الجلال  
آمدہ لشکر ہمہ از آب تنگ



پاسے ستوراں بزمیں در شدہ گاوزمیں راسمِ شاہ سر شدہ  
 بود بہر جا کہ نزولِ سپاہ تنگی جو بود و مستراخی کاہ

سلطان کی قیاد | سلطانی لشکر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دلی پہونچا تو کو کتبہ  
 شاہی بڑی شان و شوکت سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ ہاتھی  
 دلی پہونچا | گھوڑے سوار پیادے تیغ زن تیسرا انداز

نسیزہ بردار علم بردار جلو میں۔ رایت دولت کا پرچم اڑتا ہوا سلطانِ جم جاہ  
 گھوڑے پر سوار۔ سر پر چہتر سیاہ کا سایہ گردا گرد برہنہ تلواریں قطار در قطار۔  
 اس دہوم سے سواری در دولت پر پہونچی۔ رخس سلطانی کے قدموں پر بہت سا  
 زرد جو اہر نثار کیا گیا۔ نقارے پر چوب پڑی شادیا نے بجنے لگے مطربوں نے  
 مبارک باد کا راگ الاپا۔ رفاصلوں نے ناچنا شروع کیا۔ حضور والا گھوڑے کی  
 باگ رو کے یہ تماشا دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ چل کر دولت خانے میں جا اترے  
 اُس وقت فرق مبارک پر رسم نثار ادا ہوئی زمین پر زرد گوہر کا فرش ہو گیا۔  
 بخیر و عافیت سفر سے واپس آنے کی خوشی میں کئی دن تک شاہانہ جشن کئے انعام  
 و اکرام اور خیرات و مبرات میں خزانے لٹائے۔

رخس طلب کر و شہ کام گا شد بگر چاشت بد دولت سوا  
 از روشیں پیل کراں تا کراں سر بسزندام زمیں شد گراں  
 صف سیاہ از علم سنج و زرد نسخہ دیب چہ نور و ز کرد